

مولانا آزاد لائبریری میں عہد قطب شاہی کے مخطوطات

عطا خورشید *

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری کا قیام ۱۸۷۷ء میں سرسید احمد خاں (۱۸۱۷ء-۱۸۹۸ء) کے ذاتی ذخیرہ کتب سے ہوا تھا۔ سرسید نے اس وقت کے وائسرائے لارڈ لٹن (۱۸۷۶ء-۱۸۸۰ء) کے ہاتھوں اس کا سنگ بنیاد رکھوایا اور لارڈ لٹن کے نام پر ہی اس لائبریری کا نام لٹن لائبریری رکھا۔ یہ نام تقریباً ۸۳ برسوں تک رائج رہا۔ ۶ دسمبر ۱۹۶۰ء میں جب اس کی نئی عمارت کا افتتاح کیا گیا تو آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) کی یاد میں اسے مولانا آزاد لائبریری کے نام سے منسوب کر دیا گیا۔ اس لائبریری کی عمارت تعمیر کے لحاظ سے ایک نہایت عظیم الشان عمارت ہے، جس کا نقشہ حیدر آباد دکن کے لائق و فائق انجینئر و ماہر تعمیرات محمد فیاض الدین (۱۹۰۳ء-۱۹۷۷ء) نے تیار کیا تھا۔ اس کا سنگ بنیاد ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب (۱۸۹۷ء-۱۹۶۹ء) کے عہد وائس چانسلری (۱۹۲۸ء-۱۹۵۶ء) میں وزیراعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو (۱۸۸۹ء-۱۹۶۳ء) نے ۱۲ نومبر ۱۹۵۵ء کو رکھا اور تعمیر مکمل ہوجانے کے بعد انھوں نے ہی اس کا افتتاح کرنل بشیر حسین زیدی صاحب (۱۸۹۸ء-۱۹۹۲ء) کے عہد وائس چانسلری (۱۹۵۶ء-۱۹۶۳ء) میں ۶ دسمبر ۱۹۶۰ء کو کیا۔

سرسید کے عطیہ کے بعد ایک بڑا ذخیرہ کتب ان کے صاحبزادے جسٹس سید محمود (۱۸۵۰ء-۱۹۰۳ء) نے اس لائبریری کو دیا، جس میں اُس وقت کی قیمت کے مطابق تقریباً دس ہزار روپے کی کتابیں تھیں۔ نادر و نایاب مطبوعات اس ذخیرے میں شامل تھیں۔ مثلاً قانون ابن سینا کا ۱۵۹۲ء کا روم سے چھپا ہوا نسخہ اس ذخیرے کے ذریعے حاصل ہوا۔ ابن الہیثم کی کتاب المناظر کا لاطینی ترجمہ جو ۱۵۷۲ء میں روم سے شائع ہوا تھا، اس ذخیرے میں شامل ہے۔ گارسین دتاسی کا دستخط شدہ نسخہ بھی اس ذخیرے کی زینت ہے۔ بعد میں اہل علم اور مخیر حضرات اپنے اپنے ذخائر اس لائبریری کو ہدیہ کرنے لگے جو معطی (Donor) کے نام سے ہی منسوب کیے گئے۔ ایسے بڑے ذخائر کی تعداد ۱۲ ہے جو ان کے معطیان (Donors) کے نام سے منسوب کیے گئے ہیں۔ ایسے ذخائر میں مولوی سبحان اللہ خاں (گورکھپور)، نواب مصطفیٰ خاں شیفیتہ، مولوی عبدالسلام خاں (راپور)، احسن مارہروی، سرشاہ سلیمان وغیرہ اہم ذخائر ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں ان

* مولانا ابوالکلام آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، بھارت

ذخائر میں ایک نہایت ہی اہم ذخیرے کا اضافہ ہوا جو نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی (۱۸۶۷ء-۱۹۵۰ء) کا ذاتی ذخیرہ تھا، جسے ان کے علم دوست صاحبزادے الحاج مولوی عبید الرحمن خاں شروانی (المتوفی ۱۹۹۲ء) نے یونیورسٹی کو نذر کر دیا۔ صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کا نام اہل حیدر آباد کے لیے نامانوس نہیں ہے۔ یہ تقریباً ۱۲ برسوں تک یعنی ۱۹۱۸ء سے ۱۹۳۰ء تک حیدر آباد میں صدر الصدور کے عہدے پر فائز رہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر (۱۹۱۸ء-۱۹۱۹ء) مقرر کیے گئے۔ یہ اپنی علم دوستی اور کتابوں کے شغف کے سبب اہل علم کے حلقے میں خاصے مقبول تھے۔ کتابوں بالخصوص مخطوطات سے کافی دلچسپی تھی۔ مخطوطات منہ ماگی قیمت پر خرید کرتے تھے۔ دورانِ قیام حیدر آباد آپ نے سینکڑوں مخطوطات خریدے جو آج ان کے ذخیرے کی زینت ہیں۔ یہ ذخیرہ اب مولانا آزاد لائبریری میں ”حبیب گنج کلکشن“ کے نام سے موسوم ہے۔ اس ذخیرے میں حیدر آباد کے تعلق سے خاصے مخطوطات ہیں جن کا ذکر میں آگے کروں گا۔

علی گڑھ کی مولانا آزاد لائبریری ہندوستان بالخصوص مشرقی ہندوستان کی لائبریریز میں نمایاں مقام کی حامل ہے۔ اس کا شعبہ مخطوطات نادر قلمی کتابوں، مطلا و مذہب نسخوں، شیر خرما کی روشنائی سے لکھی ہوئی کتابوں، نامور خطاطوں کے ہاتھ کی وصلیوں، علما اور مشاہیر کے اہم اور دلچسپ خطوط، مسلم سلاطین کے فرامین اور ان کے سکوں سے معمور ہے۔

میں نے اپنے اس مقالے میں قطب شاہی دور کے اُن نوادرات کو، جو مولانا آزاد لائبریری میں موجود محفوظ ہیں، دو حصوں میں تقسیم کیا ہے

- ۱۔ وہ کتابیں جو قطب شاہی کتاب خانے کی زینت تھیں اور اب مولانا آزاد لائبریری کی زینت ہیں۔
- ۲۔ وہ کتابیں جو قطب شاہی بادشاہوں کی خواہش و ایما پر لکھی گئیں، یا عہد قطب شاہی میں لکھی یا نقل کی گئیں جن کے نسخے مولانا آزاد لائبریری میں موجود ہیں۔

مثنوی گوی و چوگان:

حبیب گنج کلکشن (نمبر ۵۰/۳۷۷) میں ملا محمود عارفی (م ۸۵۳ھ) کی فارسی مثنوی گوی و چوگان کا ایک نسخہ میر علی ہروی (۸۸۱ھ-۹۵۱ھ/۱۴۷۶ء-۱۵۴۴ء) کے خط میں تحریر کردہ محفوظ ہے۔ میر علی ہروی اپنے عہد کے نامور ترین خوش نویسوں میں تھا۔ یہ ”کاتب سلطان“ کے لقب سے ملقب تھا اور اپنی تحریروں پر ”میر علی سلطانی“، ”میر علی کاتب السلطانی“، ”میر علی حسینی ہروی“، ”میر علی“ لکھتا تھا اور کبھی کبھی صرف ”علی“ ہی رقم کر دیا کرتا تھا۔ یہ مثنوی ۸۴۲ھ میں لکھی گئی اور میر علی ہروی نے اس نسخے کو ۹۲۶ھ میں نقل کیا ہے۔ ۳۳ اوراق پر مشتمل اس نسخے کی کتابت جلی قلم سے کی گئی ہے۔ یہ ایک شاہی نسخہ ہے۔ اس کی خوبصورت سنہری چرمی جلد اس کے شاہی نسخہ ہونے کی غمازی کرتی ہے۔ کتاب کے آخری صفحے پر حسب ذیل ترقیمہ درج ہے:

کتبہ العبد الفقیر المذنب علی الحسینی الکاتب غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ فی اوائل شہر ربیع
الاول سنہ ست و عشرين و تسمائے بمدينة الہراء۔

پہلے ورق کی پشت والے صفحے پر آٹھ چھوٹی بڑی مہریں، عرض دیدے اور دوسری تحریریں درج ہیں۔ ان میں سب
سے ممتاز اور قدیم تحریر ذیل میں درج ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گولکنڈہ کی فتح کے موقع پر اورنگزیب کو یہ نسخہ حاصل
ہوا:

کتاب گوی و چوگان بخط ایام کمال استاد الکتاب ملا میر علی بابت فتح گلکنڈہ غرہ ذی
الحجہ سال سی و یکم جلوس اقبال تحویل سہیل نمودہ شدہ عدد اوراق سی و سہ قیمت دو ہزار
روپیہ چہار صد و نو دو اشعار۔

اس عبارت کے پہلو میں ایک مدور مہر ہے جس میں ”قابل خاں خانہ زاد بادشاہ عالم گیر ۱۰۹۵“ منقوش ہے۔ اس
عبارت کے پاس ہی باریک قلم سے ”داخل سیاہہ تحویل محمد فاضل غرہ ذی الحجہ سنہ ۳۱“ اور اس کے بعد دوسرے قلم سے یہ
عبارت درج ہے: ”از وجوہ محمد فاضل غرہ جمادی الاولیٰ سنہ ۲۹ تحویل محمد رضا شد“۔ بائیں ہاتھ کو حسب ذیل عبارت درج
ہے: ”ششم ربیع الاول سنہ ۲۳ از وجوہ محافظ خاں در وجہ تحویل محمد حافظ شد“۔ اوپر کی طرف ایک چھوٹی بیضاوی مہر لگی ہوئی
ہے جس میں ”کفایت اللہ خاں ۱۱۱۹“ منقوش ہے اور اس کے نیچے یہ عبارت درج ہے: ”ششم ربیع الاول سنہ ۲۳ عرض
دیدہ شد“۔ اسی تاریخ کا لکھا ہوا ایک اور عرض دیدہ صفحے کے اوپری دائیں حصے پر درج ہے اور اس پر دو مہریں بھی ثبت
ہیں۔ ایک مہر ظاہر کسی شخص کی ہے اور دوسری کسی کتاب خانے کی ہے۔ ایک نمایاں مدور مہر، جو تقطیع کے لحاظ سے اس صفحے
کی تمام مہروں میں بڑی ہے، وسط صفحے پر ثبت ہے۔ اس میں صاحب مہر کا نام بالکل نہیں پڑھا جاتا ہے۔ بقیہ عبارت یہ
ہے: ”..... خان خانہ زاد بادشاہ عالم غازی ۱۱۲۰“۔ اس مہر کے نیچے یہ عبارت ہے ”چہار دہم ربیع الاول سنہ ۴ جلوس والا
عرض دیدہ شد“۔ اس ورق کی پیشانی کے بائیں گوشے پر یہ عبارت لکھی ملتی ہے: ”بتاریخ نوزدہم شہر رجب المرجب سنہ
۱۱۹۷ ہجری کتاب گوی چوگان بقیمت دو صد و دہ روپیہ خریدہ داخل سیاہہ کتب خانہ شد“ پھر قطب الدولہ کی یہ تحریر درج
ہے: ”مبلغ دو صد پنجاہ روپیہ خریدہ شد سنہ ۱۲۶۴ قطب الدولہ بہادر“۔ اس کے نیچے یہ اندراج ہے:

”کتاب ہذا از قطب الدولہ خریدہ داخل کتب خانہ محمد مصاحب خاں صاحب کردہ شد سنہ ۱۲۶۹ھ“۔

ان تحریروں کے علاوہ اس صفحے پر حسب ذیل قدیم اندراجات ہیں:

غرہ صفر سنہ ۳ عرض دیدہ شد

ربیع الثانی سنہ ۴ جلوس اقدس عرض دیدہ شد

۴ شعبان سنہ ۳ عرض دیدہ شد

چہار دہم ربیع الاول سنہ ۴ جلوس والا عرض دیدہ شد

چہارم شعبان سنہ ۳ وجوہ محمد حافظ تحویل محمد..... خان شد

اگلا ورق جو اصل کتاب کا ورق ۱ (الف) ہے اس پر ”قابل خاں خانہ زاد بادشاہ عالمگیر“ کی پھر ایک مہر ہے اور ۴ شعبان سنہ ۳ کے دو عرض دیدے اور ایک مہر ثبت ہے جس میں ”کفایت اللہ ابن امانت اللہ“ منقوش ہے۔ اسی صفحے پر دو اور مرلے مہر بھی ثبت ہیں۔ دونوں مہریں دو کتاب خانوں کی ہیں۔ ایک مہر میں ”کتاب خانہ ضیاء الدولہ ضیاء الدین خاں بہادر ۱۱۶۰“ اور دوسری مہر میں یہ عبارت منقوش ہے: ”مہر کوٹھ کتابخانہ محی الدین علی خاں بہادر ۱۱۶۳“۔ اسی صفحے پر کتب خانہ حبیب گنج کی مہر اور یہ تحریر درج ہے: از آگرہ بقیمت مبلغ یک صد و ہفتاد روپیہ خریدہ شد محمد حبیب الرحمن خاں غرہ صفر المظفر سنہ ۱۳۲۱ ہجری“۔

مثنوی گوی و چو گان کے پیش نظر نسخے کا سفر ہرات سے علی گڑھ تک کس طرح طے ہوا ان مہروں اور تحریروں کی مدد سے واضح ہوتا ہے۔ اس کی کتابت میر علی الحسینی الہروی نے ہرات میں ۹۲۶ھ میں کی، ہرات سے یہ نسخہ سفر کرتا ہوا ہندوستان وارد ہوا اور کسی طرح حیدر آباد پہنچا۔ جب اورنگزیب عالمگیر نے گولکنڈہ فتح کیا تو مال غنیمت کے ساتھ یہ نسخہ بھی حاصل ہوا۔ گولکنڈہ ۱۲ ذوالقعدہ ۱۰۹۸ھ/ ۲۱ ستمبر ۱۶۸۷ء کو فتح ہوا تھا۔ تقریباً دو ہفتے کے بعد یکم ذوالحجہ ۱۰۹۸ھ کو یہ کتاب ایک شاہی منصب دار خواجہ سہیل کی تحویل میں دے کر شاہی کتاب خانے میں محفوظ کر دی گئی۔ یہ کتاب اسی تاریخ یعنی غرہ ذوالحجہ سنہ ۳۱ جلوس کو محمد فاضل کی تحویل میں دے دی گئی۔ یہ کتاب اس منصب دار کی تحویل میں تقریباً ۱۸ سال تک رہی۔ اس کے انتقال کے بعد یکم جمادی الاولیٰ سنہ ۴۹ جلوس عالمگیری کو محمد رضا کی تحویل میں پہنچ جاتی ہے۔ سنہ ۱۱۱۸ھ میں عالمگیر کے انتقال کے بعد یہ کتاب اس کے اخلاف میں بہادر شاہ (م ۱۱۲۴ھ) کے کتاب خانے میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس وقت کے منصب داروں کی تحریریں اور مہریں اس کا ثبوت ہیں۔ شاہی کتاب خانے سے نکل کر اب یہ کتاب دو امیروں کے کتاب خانوں میں پہنچتی ہے۔ ان میں ایک ضیاء الدولہ ضیاء الدین خان بہادر اور دوسرے محی الدین علی خان بہادر ہیں۔ قیاس غالب ہے کہ پہلے اول الذکر کے کتاب خانے میں یہ کتاب سنہ ۱۱۹۷ھ میں پہنچی ہے پھر دوسرے کے پاس۔ آخر سنہ ۱۲۶۲ھ میں قطب الدولہ بہادر اسے خرید کر اپنے کتاب خانے میں داخل کرتے ہیں لیکن یہ قیام بھی عارضی ثابت ہوتا ہے اور ۷ سال کے بعد سنہ ۱۲۶۹ھ میں محمد مصاحب خاں اس کتاب کو اپنے کتاب خانے کے لیے قطب الدولہ سے خرید لیتے ہیں۔ بعد میں یہ کسی طرح آگرہ کے بازار میں پہنچ جاتی ہے جہاں سے غرہ صفر المظفر ۱۳۲۱ھ کو صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی نے قیمتاً ۷۰ روپے میں خریدی اور عرصے تک ان کے کتاب خانے کی زینت رہی۔ ۵ دسمبر ۱۹۶۰ء کو کتاب خانہ حبیب گنج کا سارا ذخیرہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی لائبریری میں منتقل ہو گیا اور اب یہ نادر کتاب مولانا آزاد لائبریری کی زینت ہے۔

مجمع البحرین مولفہ کاتبی نیشاپوری: محمد بن عبد اللہ کاتبی نیشاپوری (م ۸۳۹ھ/ ۱۳۳۴ء) کی یہ مثنوی قصہ ناظر و منظور کے نام سے بھی مشہور ہے۔ مولانا آزاد لائبریری کا یہ نسخہ جو حبیب گنج کلکشن کی زینت ہے (نمبر

۵۰/۷)؛ کبھی قطب شاہی بادشاہوں کے کتاب خانے میں تھا۔ چھوٹی تقطیع پر خوشخط نستعلیق میں لکھا غیر مجرد نسخہ ہے۔ کاتب کا نام اور سنہ کتابت کہیں درج نہیں ہے۔ اس کی لوح پر تین قطب شاہی بادشاہوں یعنی سلطان محمد قطب شاہ، سلطان ابراہیم قطب شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کی مہریں ثبت ہیں۔ تینوں مہریں تین مختلف ساز میں ہیں۔ سب سے چھوٹی مہر ابراہیم قلی قطب شاہ کی ہے جس میں اس کے نام کا تسبیح ہے:

کے کہ ساخت نقش نگین مہر آل مقیم
بود سپہ کرم قطب شاہ ابراہیم
اوسط ساز کی مہر سلطان محمد قطب شاہ کی ہے جس میں اس کے نام کا تسبیح کندہ ہے:
مہر سلیمان زحق گشتہ میسر مرا
نقش نگین دست حیدر صغدر مرا
شعر کے درمیان میں ”العبد السلطان محمد قطب شاہ ۱۰۱۲“ کندہ ہے۔

بڑی مہر محمد قلی قطب شاہ کی ہے جس پر یہ تسبیح کندہ ہے:

از حکم بادشاہ جہاں آفرین شدہ
ملک جہاں مرا گیر بزیں نگین شدہ

اسی مہر میں ”العبد محمد قلی قطب شاہ“ بھی کندہ ہے۔

ایک مختصر مربع مہر ”خواجہ صندل“ کی ثبت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے کا تعلق عادل شاہیوں سے بھی رہا ہے۔ دیوان شمس الدین طبسی: شمس الدین محمد بن عبدالکریم الطبسی (المتوفی ۶۲۶ھ)۔ محمد عوفی نے لباب الالباب میں ۵۹۷ھ میں سمرقند میں اس سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے ۲۔ اس کے فارسی دیوان کا ایک نسخہ قطب شاہی بادشاہوں کے کتاب خانے میں موجود تھا۔ اب یہ نسخہ مولانا آزاد لائبریری کے ذخیرہ حبیب گنج کی زینت ہے (نمبر ۴۹/۲۴)۔ خط نسخ میں لکھا یہ نسخہ ۳۵۵ اور اوراق پر مشتمل ہے۔ کتابت سنہ ۷۲۱ھ کی ہے۔ قدامت کے سبب کاغذ کا رنگ مائل بہ زرد ہو گیا ہے۔ حفاظت کی خاطر اس پر بڑی پیپر لگا دیا گیا ہے جس کے سبب ساری تحریر دھندلی ہو گئی ہے۔ ترقیمہ کی عبارت بھی پڑھنے میں نہیں آتی ہے، کاتب کا نام بھی محو ہو چکا ہے صرف نام کے آخر میں اس کی نسبت ”الجلالی“ پڑھا جاتا ہے۔ لوح پر ایک طلائی شمسہ کے اندر دیوان شمس الدین طبسی لکھا ہے اس کے نیچے قلی قطب شاہ کی مہر ”از حکم بادشاہ جہاں آفرین شدہ۔۔۔“ کندہ ہے۔ دوسری مہر ابراہیم قلی قطب شاہ کی ”کے کہ ساخت نقش نگین مہر آل مقیم۔۔۔“ اس پر ثبت ہے۔

اس نسخے کی اہمیت اس اعتبار سے بھی کافی زیادہ ہے کہ گرچہ اس نسخے کے سر لوح پر شمسہ کے اندر دیوان شمس الدین طبسی لکھا ہے، لیکن اندر صرف قصائد لکھے گئے ہیں۔ سعید نفیسی نے لباب الالباب کے تعلیقات ۳ میں اس بات کی

نشانہ ہی کی ہے کہ شمس الدین طبسی کے تمام قصاید دیوان حکیم ظہیر الدین فارابی (چاپ طہران، ۱۳۲۴ ش) میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ پیش نظر نسخہ قدیم ترین نسخہ ہے جس میں نقل کردہ قصاید سے مقابلہ کے بعد ان تمام قصاید کا شمس الدین طبسی سے تعلق ہونے کا مزید ثبوت فراہم کیا جاسکتا ہے۔

نسب نامہ قطب شاہی: یہ قطب شاہی حکمرانوں کی ایک منظوم تاریخ ہے جسے حسین بن علی الفُرسی نامی شاعر نے نظم کیا ہے۔ فُرسی کے تفصیلی حالات ہمیں دستیاب نہیں ہو سکے۔ یہ قطب شاہی دربار کا مؤرخ تھا جس نے فردوسی کے شاہنامہ کی طرز پر قطب شاہیوں کی تاریخ نظم کی ہے۔ یہ تاریخ تقریباً بیس ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ دکنی فارسی ادب کے مؤرخین میں سے کسی نے بھی ہندوستان میں اس کے مکمل نسخے کی موجودگی کی نشاندہی نہیں کی ہے۔ سالار جنگ میوزیم میں اس کتاب کا ایک ناقص الطرفین نسخہ موجود ہے۔ ناقص الطرفین ہونے کے سبب اس کا عنوان نسب نامہ قطب شاہی کی بجائے واقعات قلی قطب شاہ رکھ دیا گیا^۴۔ نسب نامہ قطب شاہی کا ایک مکمل نسخہ انڈیا آفس میں ہے لیکن کیڑا لگنے اس کا نام تواریخ قطب شاہ رکھا ہے^۵۔ اشپرنگر نے بھی اپنی فہرست کے صفحہ نمبر ۴۰۹ پر اس کتاب کا ذکر کیا ہے لیکن اس کا نام نسبت نامہ شہریاری لکھا ہے^۶۔ مولانا آزاد لائبریری کے یونیورسٹی کلکشن (نمبر مشنوی ۲۲۲) میں اس کا ایک نادر نسخہ موجود ہے۔ موجودہ نسخہ دو حیثیت سے کافی اہمیت کا حامل ہے۔ اول یہ کہ اس کتاب کو ۱۰۱۷ھ میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے حکم پر فُرسی نے لکھنا شروع کیا جیسا کہ اس شعر سے پتا چلتا ہے

چو بگذشت از ہجرت مصطفیٰ ہزار و دودہ ہفت اندر حساب
بحکم محمد قلی قطب شاہ بہ نظم نسب نامہ کردم شاہ^۷

اور ۱۰۲۸ھ میں یہ کتاب انجام کو پہنچی۔

چو برالف پیوستہ شد چار ہفت بانجام پیوستہ شد این کتاب^۸

متن میں بھی شاعر تاریخ تمام کا ذکر اس طرح کرتا ہے

چو فُرسی بدحش قلم برگرفت قلم در کشف شمع کا شاہ شد

دو چار و دودہ چوں فزوں بر ہزار ز ہجرت دریں کہنہ ویرانہ شد

نسب نامہ بنوشتہ بآب مشک بفرمان شاہ تلنگانہ شد^۹

پیش نظر نسخہ تصنیف کے فقط ایک سال بعد ۱۰۲۹ھ میں سلطان محمد قطب شاہ کے عہد میں حیدرآباد میں نقل کیا

گیا۔ ترقیمہ کی عبارت یہ ہے:

نوشتہ شد این کتاب در دار السلطنہ حیدرآباد در زمان پادشاہ حجہ سلطان محمد قطب شاہ

خلد اللہ ملکہ و سلطانہ بتاریخ بیست و دومیم ماہ جمادی الاول در سال ہزار و بیست و نہ از

ہجرت حضرت نبوی صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم العبد الفقیر الحقیر حاجی عبدالحی^{۱۰}

دوم یہ کہ یہ نسخہ خود سلطان محمد قطب شاہ کے کتاب خانے کی زینت رہا ہے۔ لوح پر سلطان محمد قطب شاہ کی ایک مہر ثبت ہے جو اس نسخے کو اس کے کتاب خانے کی ملکیت ثابت کرتی ہے۔

مہر سلیمان زحق گشتہ میسر مرا نقش گلین دست حیدر صفر مرا

شعر کے درمیان ”العبد السلطان محمد قطب شاہ ۱۰۲۰“ کندہ ہے۔

نسب نامہ قطب شاہی کے سلسلے میں تمام تذکرہ نگاروں، مؤرخوں اور فہرست سازوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے اس میں یکسانیت نہیں پائی جاتی ہے۔ مولانا آزاد لائبریری کے نسخے کو جب سامنے رکھ کر ان لوگوں کی آراء کو جانچا جاتا ہے تو تخریج نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ مثلاً مولانا آزاد کے نسخے اور انڈیا آفس کے نسخے کا آغاز یکساں ہے۔

نخستین چو آید بکفتن خرد بہ توحید یزدان سخن بشرد

جب کہ اشیر نگر کا آغاز دیگر ہے:

نخست ای خرومند دانش فزای زباں را بنام خدا برکشای

اشیر نگر نے اس کا سال تالیف ۱۰۱۶ھ لکھا ہے جبکہ مولانا آزاد کے نسخے کے مطابق ۱۰۱۷ھ اس کا سال آغاز اور

۱۰۲۸ھ اس کا سال انجام قرار پاتا ہے یعنی اس کتاب کی تصنیف میں کل گیارہ سال کی مدت لگی۔

زہجرت دہ و ہفت بزیر ہزار کہ بگفتم این نامہ را در کنار

چو برالف پوسہ شد چار ہفت درین رشتہ این در شہوار رفت

دریں نامہ خود یازدہ سال پیش مرا بودہ این رنج و محنت بہ پیش

دریں یازدہ سال این انجمن سخن نو شد و روز کارم کہن

انڈیا آفس کے کیڑا اگر اچھے کے مطابق شاعر نے اپنا نام پوشیدہ رکھا ہے۔ بقول ”تھے شاعر نے اس کی تصنیف میں دس سال صرف کیے“۔ حالانکہ مولانا آزاد لائبریری کے نسخے میں شاعر نے جابجا اپنا تخلص ”فرسی“ کا استعمال کیا ہے نیز اس کتاب کی تصنیف میں دس سال نہیں بلکہ گیارہ سال صرف کیے۔ دیورے ۱۲ اور نجمہ صدیقہ ۱۳ نے اسے ۱۰۲۰ھ یعنی قلی قطب شاہ تک کی تاریخ لکھا ہے جبکہ مولانا آزاد لائبریری کے نسخے میں قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد کے حالات نیز سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کا بھی ذکر ہے۔ ”بر تخت نشستن جہاں پناہ سلطان محمد قطب شاہ خلد اللہ ملکہہ و سلطانہ“ کے عنوان سے اس کی تخت نشینی کا ذکر کیا گیا ہے۔

آخری باب ”در خاتمہ کتاب نسب نامہ قطب شاہی“ کے عنوان سے رقم کیا ہے جس سے کتاب کے نام کا مسئلہ بھی حل

ہو جاتا ہے۔

تفسیر جلالین: مطلقاً و مذہب، خط نسخ جلی میں لکھا ہوا تفسیر جلالین کا یہ نسخہ مولانا آزاد لائبریری کے ذخیرہ حبیب گنج میں موجود ہے۔ ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں لکھا یہ نسخہ اس لحاظ سے کافی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں محشی نے

جانبجا ابوالحسن [تانا شاہ] کی آرا و خیالات کا بھی حاشیے میں ذکر کیا ہے۔ مثال کے لیے یہاں صفحہ نمبر ۲ کے حاشیے کی عبارت مع ترجمہ ۱۳ نقل کی جاتی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم *

قَوْلُهُ تَعَالَى {مِثْلَهُمْ كَمِثْلَ الَّذِي اسْتَوْقَدْنَا} سَأَلْتُ مُوَلَانَا السُّلْطَانَ الْأَعْظَمَ
السُّلْطَانَ أَبَا الْحَسَنِ [بِكَذَا] أَدَامَ اللَّهُ إِقْبَالَه عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ فَأَفَادَ وَأَجَادَ حَيْثُ
قَالَ شَبَّهَ دَعْوَةَ النَّبِيِّ لِلْكَافِرِينَ وَالْقَائِ كَلِمَةَ التَّوْحِيدِ عَلَيْهِمُ بِالنَّارِ الَّتِي أَضَاءَ
تَوْشَبَّهَ إِعْرَاضَ الْكَافِرِينَ وَغَدَمَ قُبُولِهِمْ لِدَعْوَةِ النَّبِيِّ بِالظُّلُمَاتِ وَلِغُمُومِ نِسْبَةِ
هَذَا الْكَلَامِ إِلَى مَا ذَكَرَهُ الْمُفَسِّرُونَ كَنِسْبَةِ السُّلْطَانِ إِلَى الرَّعِيَةِ وَلِذَلِكَ قَالُوا
كَلَامَ الْمُلُوكِ مَلُوكِ الْكَلَامِ۔

ترجمہ: فرمان الہی {مِثْلَهُمْ كَمِثْلَ الَّذِي اسْتَوْقَدْنَا} کے بارے میں میں نے سلطان اعظم سلطان ابوالحسن، اللہ ان کے اقبال کو
بلندر رکھے، سے پوچھا تو انھوں نے فائدہ پہنچایا اور اچھی طرح سے یوں وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو دعوت نبوی اور ان کے سامنے
توحید کو پیش کرنے کو روشن آگ سے تشبیہ دی ہے اور کافروں کے اعراض اور دعوت نبوی کو نہ قبول کرنے کو تاریکیوں کے مشابہ قرار دیا
ہے۔ باخدا مفسرین نے اس کی جو تفسیر پیش کی ہے اس کی نسبت سے مذکورہ بالا قول کو وہی نسبت حاصل ہے جو بادشاہ کو رعیت کے تعلق سے
حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے لوگوں نے کہا ہے بادشاہوں کا کلام کلام کا بادشاہ ہوتا ہے۔

ترجمہ کی عبارت:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَأَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَأَكْمَلُ التَّحِيَّاتِ عَلَى سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَآلِهِ وَأَوْلَادِهِ وَالذِّينِ
اسم؟؟ الْمُفَاتِيحِ وَمَصَابِيحِ الظُّلُمِ وَأَنَا أَقَلُّ الْبَرِيَّةِ طَاعَةً وَأَكْثَرُهُمْ مُصِيبَةً رَضِيَ الدِّينُ مُحَمَّدٌ بْنُ مُحَمَّدٍ أَمِينِ
الْحُسَيْنِيِّ الْقُرَشِيِّ غَفَرَ اللَّهُ تَعَالَى ذُنُوبَهُمَا وَسَتَرَ بِفَضْلِهِ عُيُوبَهُمَا يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَبَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ۔
وَكَانَ ذَلِكَ الْفَرَاغُ فِي دَارِ السُّلْطَانَةِ حَيْدَرَآبَادِ أَدَامَ اللَّهُ تَعَالَى دَوْلَةَ سُلْطَانِهَا إِلَى يَوْمِ الْمِيْعَادِ فِي شَهْرِ شَوَّالٍ
الْمُنُورِ سَنَةِ تِسْعٍ وَسَبْعِينَ بَعْدَ الْفِـ وَكَانَ الشُّرُوعُ فِي ذِي الْقَعْدَةِ الْخَرَامِ سَنَةِ ثَمَانٍ۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَلَى
إِتْمَامِ هَذَا التَّفْسِيرِ حَمْدًا أَكْثَرَ أَكْثَرًا۔

ترجمہ: ساری تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہے اور بہترین درود اور مکمل تحیات عرب و عجم کے سردار اور ان کی آل و اولاد کے لیے
ہے اور ان کے لیے ہے جن کا نام ہی ہدایت کی کنجیاں اور تاریکیوں کو دور کرنے والے چراغ ہیں۔ میں۔ رضی الدین محمد بن محمد امین قرشی
۔ روئے زمین کا سب سے زیادہ کم اطاعت کرنے والا اور سب سے زیادہ معصیت میں مبتلا رہنے والا انسان ہوں۔ اللہ ان دونوں کے گناہ
معاف فرمائے اور اس دن ان دونوں کی ستر پوشی کرے جس دن نہ مال سے کوئی فائدہ پہنچے گا اور نہ ہی اولاد سے، سوائے اس شخص کے جو اللہ کے
حضور قلب سلیم لے کر حاضر ہوا ہو۔

اس کتاب سے فراغت شوال ۱۰۷۹ھ میں دارالسلطنت حیدرآباد میں ہوئی۔ اللہ اس کو تاقیامت باقی رکھے۔ اس کی

شروعات ذوالقعدہ ۱۰۷۸ھ میں ہوئی تھی۔

اب میں مختصر اچند ایسی کتابوں کے قلمی نسخوں کا تعارف پیش کروں گا جو قطب شاہی بادشاہوں کے حکم پر لکھی گئیں یا انھیں معنون کی گئیں۔ قبل اُفرسی کی تصنیف نسب نامہ قطب شاہی کا ذکر گذر چکا جو قلی قطب شاہ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کے علاوہ قطب شاہی بادشاہوں کی فہمائش پر لکھے گئے درج ذیل کتابوں کے نسخے جو مولانا آزاد لائبریری میں موجود ہیں، کافی اہمیت کے حامل ہیں۔

ترجمہ اربعین بہائی المعروف بہ ترجمہ قطب شاہی: چالیس احادیث نبوی جسے شیخ بہاء الدین العالمی (م ۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱ء) نے جمع کیا تھا۔ اس کا ترجمہ ان کے شاگرد شمس الدین محمد بن علی بن احمد بن نعمت اللہ بن خاتون العالمی (وفات پس از ۵/ محرم ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۷ء) نے سلطان محمد قطب شاہ (م ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء) کی فرمائش پر کیا۔ استاد یعنی شیخ بہاء الدین العالمی نے اس پر ایک تقریظ بھی ۱۰۲۸ھ میں لکھی جس سے اس کتاب کے سنہ تالیف کا بھی پتا چلتا ہے۔ مولانا آزاد لائبریری میں اس کتاب کے چار قلمی نسخے ہیں:

۱۔ پہلا نسخہ سبحان اللہ کلکشن (نمبر ۵/۲۹۷) میں ہے۔ یہ نسخہ ۳۲۸ راوراق پر مشتمل ہے۔ کاتب شکر اللہ شیرازی نے ۱۰۶۱ھ یعنی مترجم/مؤلف کی حیات میں لاہور میں اسے نقل کیا۔

۲۔ دوسرا نسخہ بھی سبحان اللہ کلکشن میں ہے (نمبر ۱۰/۲۹۷)۔ بڑی اور لمبی تقطیع میں نہایت ہی پاکیزہ، خوش خط نستعلیق میں لکھا نسخہ ہے۔ آغاز میں ۱۲ راوراق پر مشتمل تفصیلی فہرست ہے، بقیہ ترجمہ یا متن ۱۲۳ راوراق پر مشتمل ہے۔ متن سے قبل ایک صفحے پر بہاء الدین العالمی کی عربی تقریظ ہے جس کے بین السطور میں شجر فی روشنائی سے فارسی ترجمہ درج ہے۔ یہ تقریظ ”سنہ سبع و عشرين بعد الالف“ میں لکھی گئی۔ یہ نسخہ ۱۰۸۲ھ کا مکتوبہ ہے۔

۳۔ تیسرا نسخہ قطب الدین کلکشن میں موجود ہے (نمبر ۱۵/۱۵)۔ ۲۰۵ راوراق پر مشتمل یہ نسخہ ۱۲۴۶ھ کا مکتوبہ ہے۔
۴۔ چوتھا نسخہ حبیب گنج کلکشن (نمبر ۸/۱۶) میں ہے۔ ۲۸۱ راوراق پر مشتمل یہ نسخہ ناقص الطریقین ہے۔ شروع اور اخیر کا ایک ایک ورق غائب ہے۔ خط نسخ میں لکھا یہ نسخہ پہلی نظر میں قدیم نسخہ معلوم ہوتا ہے۔

رسالہ مصید یہ: سلطان محمد قلی قطب شاہ کے عہد کے ایک عالم حسین الطوسی الخاطب بہ صدر جہاں نے سلطان محمد قلی قطب شاہ کی خواہش پر شکار کے مسائل پر ایک کتاب ۹۸۳ھ میں فارسی میں تصنیف کی جس میں مذہب امامیہ نیز مذاہب اربعہ اہل سنت والجماعت کے فقہ کی روشنی میں سارے مسائل لکھے گئے ہیں۔ جانوروں کے نام چار زبانوں یعنی عربی، فارسی، ترکی و دکنی میں لکھے گئے ہیں۔ ڈاکٹر رضیہ اکبر ۱۵ کے قول کے مطابق جنوبی ہند کے کسی کتاب خانے میں اس کتاب کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔ دیورے ۱۶ نے ملا فیروز لائبریری، بمبئی میں اس کے ایک نسخے کی موجودگی کا پتا دیا ہے نیز ایشیا ٹک سوسائٹی آف بنگال میں بھی ایک نسخے کا ذکر کیا ہے جو ”لذت اللحم“ کے نام سے موسوم ہے۔ مولانا آزاد لائبریری میں اس کتاب کے تین قلمی نسخے موجود ہیں:

- ۱۔ پہلا نسخہ حبیب گنج کلکشن (نمبر ۱۸/۴) میں ہے۔ خط نستعلیق میں لکھا یہ نسخہ صاف اور واضح ہے۔ کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ تاریخ و سنہ تحریر کیا لیکن سنہ بھی کیڑوں کی نذر ہو گیا۔ صرف ”ششم جماد۔۔۔“ کا لفظ باقی رہ گیا۔
- ۲۔ دوسرا نسخہ بھی حبیب گنج کلکشن (نمبر ۱۸/۸) میں ہے۔ ترقیم نہیں ہے جس کے سبب نام کاتب و سنہ کتابت کا علم نہ ہو سکا۔
- ۳۔ تیسرا نسخہ شیفہ کلکشن میں ہے (۴۶/۴۱) لیکن یہ ناقص الطرفین نسخہ ہے۔

مثنوی قضا و قدر: حکیم رکن الدین مسعود بن نظام الدین علی کاشانی المتخلص بہ مسیح، مسیح، مسیح مشہور بہ حکیم رکن شیرازی ایران کے شاہ عباس صفوی (۹۸۵ھ۔ ۱۰۳۸ھ/۱۵۸۷ء۔ ۱۶۲۹ء) کے مصاحبان میں تھا۔ اکبری عہد میں ۱۰۱۱ھ/۱۶۰۳ء میں ہندوستان آیا اور شہزادہ سلیم سے وابستہ ہو گیا۔ لیکن چند برسوں کے بعد جب اس نے یہ محسوس کیا کہ سلیم کے دربار میں اس کی وہ قدر نہیں ہو رہی ہے جس کا وہ خواہش مند تھا، تو قسمت آزمائی کے لیے وہ دکن روانہ ہو گیا۔ وہ عہد محمد قلی قطب شاہ کا تھا، لیکن وہ اس کے دربار سے وابستہ نہیں ہو سکا۔ حیدرآباد سے وہ بیجاپور کی طرف چلا گیا پھر واپس ایران کو مراجعت کی اور وہیں ۱۰۶۶ھ/۱۶۵۵ء میں وفات پائی۔ حیدرآباد کی حاضری کے سبب اسے مورخوں (داورے، اختر حسن، ڈاکٹر رضیہ اکبر اور ڈاکٹر نجمہ صدیقہ) نے حیدرآبادی شعرا میں شمار کیا ہے۔

یہ ایک قادر الکلام شاعر تھا۔ طاہر نصر آبادی نے اپنے تذکرے (تذکرۃ نصر آبادی صفحہ ۱۵۔ ۲۱۴) میں اس کے دس دواوین کا ذکر کیا ہے جو اس نے صائب اصفہانی کے کتاب خانے میں دیکھا تھا۔ نیز ایک مثنوی ”مجموعہ خیال“ کے عنوان سے اس نے لکھی تھی جو تقریباً دو ہزار ابیات پر مشتمل تھی۔ لیکن اس کے نسخے اب دستیاب نہیں ہیں۔ اس نے ۱۲۰/ ابیات پر مشتمل ایک مختصر مثنوی قضا و قدر کے عنوان سے لکھی تھی جس کا ذکر کسی تذکرہ نگار نے نہیں کیا ہے۔ مولانا آزاد لائبریری میں قضا و قدر کے تین نسخے موجود ہیں۔ تینوں نسخے علیحدہ علیحدہ کثکول میں شامل ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے:

- ۱۔ پہلا نسخہ جو قدیم ترین نسخہ ہے یونیورسٹی کلکشن میں موجود ایک کثکول (نمبر مثنویات ۱۶/۱۳۴) میں شامل ہے۔ یہ کثکول تقریباً ۲۶ چھوٹے چھوٹے منظوم و منثور رسائل پر مشتمل ہے۔ اس کثکول کی کتابت ۱۰۷۸ھ میں ہوئی ہے۔ کاتب کا نام اور مقام کتابت کہیں درج نہیں ہے۔
- ۲۔ دوسرا نسخہ سبحان اللہ کلکشن (نمبر ۱۹/۵۵۲ء) کا ہے۔ یہ بھی ایک کثکول میں شامل ہے جس کے مرتب فضل علی نیشاپوری ہیں۔ اس میں بشمول مثنوی قضا و قدر ۳۵ منظوم و منثور رسائل ہیں۔ سنہ کتابت ۱۱۳۳ھ ہے۔
- ۳۔ تیسرا نسخہ حبیب گنج کلکشن میں موجود ایک کثکول (نمبر ۵۹/۵۰) میں شامل ہے۔ اس میں بشمول قضا و قدر ۸ مختلف رسائل ہیں۔ یہ کثکول ۱۱۴۰ھ کا مکتوبہ ہے۔

قطب شاہی عہد پر کام کرنے والوں کے لیے مولانا آزاد لائبریری ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں موجود منظومات کو consult کیے بغیر قطب شاہی عہد پر کیے گئے کوئی بھی علمی کام کو مکمل نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اوپر میں پیش کیے گئے

مخطوطات کے تعارف سے اس دعوے کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔

حوالہ جات:

- ۱۔ مثنوی گوئی و چوگان کے پیش نظر نسخے کی مہروں اور تحریروں کی تفصیلات ڈاکٹر مختار الدین احمد کے مقالے میر علی الکاتب کا ایک شاہکار، مطبوعہ مدرسہ ماہی ”مجلہ علوم اسلامیہ“، علی گڑھ، جلد ۱، شمارہ ۱ سے اخذ کی گئی ہیں۔
- ۲۔ لباب الالباب ص ۲۰۵-۲۰۶
- ۳۔ تعلیقات سعید نفیسی بر مجلد دوم [لباب الالباب]، ص ۳۴
- ۴۔ نمبر ادب نظم فارسی ۱۰۱۱
- ۵۔ اتھے (Ethe), Catalogue of Persian Manuscripts in the Library of the India Office, جلد ۱، ص ۸۱۱
- ۶۔ اسپرنگر (Sprenger), Catalogue of the Library of Oudh, ص ۴۰۹
- ۷۔ علی الفری، مؤلفہ، نسب نامہ قطب شاہی قلمی، مملوکہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، یونیورسٹی پبلکیشن نمبر ۲۲۲/۲، ق ۲، ۷۴/۲، الف
- ۸۔ ایضاً
- ۹۔ ایضاً
- ۱۰۔ ایضاً
- ۱۱۔ حوالہ مجلہ بالا، ص ۸۱۱
- ۱۲۔ ڈیوری۔ ٹی این، (Devrey, T.N.) A Short History of Persian Literature: At The Bahmani, The
- Adilshahi and The Qutbshahi Courts, ص ۲۷۴
- ۱۳۔ نجمہ صدیقی، Persian Language and Literature in Golconda, ص ۴۰۲-۴۰۳
- ۱۴۔ عربی عبارت کے اردو ترجمے کے لیے میں ڈاکٹر جمشید احمد ندوی، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی، ممبئی یونیورسٹی کاشگر گزار ہوں۔
- ۱۵۔ نظم و نثر فارسی در زمان قطب شاہی، حیدر آباد، ۱۹۸۲ء، ص ۱۲۵
- ۱۶۔ حوالہ مجلہ بالا، ص ۳۸-۳۳
- فہرست اسناد مجملہ:
- ۱۔ اثر محمد علی، ۱۹۸۱ء دبستان گولکنڈہ: ادب اور کچھر، حیدر آباد دکن۔
- ۲۔ حسن، اختر، ۱۹۷۳ء، قطب شاہی دور کا فارسی ادب، حیدر آباد دکن۔
- ۳۔ رضیہ اکبر، ۱۹۸۲ء، نظم و نثر فارسی در زمان قطب شاہی، حیدر آباد دکن۔
- ۴۔ اصغہانی، میرزا محمد طاہر نصر آبادی، ۱۳۱۷ش، تذکرہ نصر آبادی، طہران۔
- ۵۔ محمد عوفی، ۱۳۳۵ش، لباب الالباب، با تصحیحات جدید و حواشی و تعلیقات سعید نفیسی، طہران۔
- ۶۔ ڈیوری۔ ٹی این، (Devrey, T.N.)، ۱۹۶۱ء، A Short History of Persian Literature: At the Bahmani,

The Adilshahi and The Qutbshahi Courts, پونا۔ انڈیا

۷۔ نجمہ صدیقی، ۲۰۱۱ء، *Persian Language and Literature in Golconda: During the Qutb Shahi*

Reign، نیو دہلی، آدم پبلیشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

۸۔ اشپرنگر، اے اے (Sprenger)، ۱۸۵۴ء، *Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustany*

Manuscripts of the Libraries of the King of Oudh، کلکتہ۔

Abstract

This article highlights some of the rare manuscripts catalogued in the Moulana Azad Library, Ali Garh, India. In the introduction of the article, it briefs the how the library came into being and later on it was attributed as Moulana Abul Kalam Azam Library. The article contains important details of these manuscripts: mathnavi goi wa chogan; majmaul behrain; devaan Shamsuddin Tibsi; nasb nama-e Qutb Shahi; tafsir Jalalain; tarjama arbain bahai almaroof beh tarjama Qutb Shahi; risala-e Saidia and mathnavi Qaza wa Qadr. In conclusion, the article writer points out that the no work on Qutb Shahi era can be done without consulting the collection in the Azad Library.

Keywords: Moulana Azad library, Ali Garh, Moalana Abul Kalam Azad, mathnavi goi wa chogan; majmaul behrain; devaan Shamsuddin Tibsi; nasb nama-e Qutb Shahi; tafsir Jalalain; tarjama arbain bahai almaroof beh tarjama Qutb Shahi; risala-e Saidia and mathnavi Qaza wa Qadr